مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں

بزرگانِ دیوبند کے تازہ ارشادات کا تنقیدی جائزہ

(شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان)

کچھ عرصہ ہؤا ایک موحد عالم نے ملتان میں توحید کے موضوع پر تقریر فرمائی جو عوام اور خواص میں پسند کی گئی مگر ان میں کے حلقے کے بعض حضرات نے عقیدۂ توحید میں استواری کے باوجود اس تقریر کے بعض حصوں پر اعتراض ، اور اسے ناپسند کیا۔ اور کوشش کی گئی کہ تقریر کے اثرات کو کم یا زائل کیا جائے۔

مقرر نے توحید کے موضوع پر بیان فرماتے ہوئے آنحضرتؐ کے انتقال کا ذکر فرمایا اور جو لوگ آپ کو اپنی طرح زندہ سمجھتے ہیں ان کے خیالات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی "دنیوی زندگی" ہو تو صحابہ نے آپ کو زندہ سمجھتے ہوئے کیسے دفن کیا کیونکہ نا ممکن ہے کہ صحابہؓ آنحضرتؐ کو اپنی طرح زندہ سمجھیں اور زمین میں دفن کئے رکھیں۔ (یہ مفہوم ہے ممکن ہے الفاظ میں فرق ہو)

چونکہ مخالفت با اثر اور اہل علم حضرات کی طرف سے تھی اور یہ حضرات بھی دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے اس کا اثر پاکستان میں دوسرے مقامات پر بھی ہؤا اور کوشش ہوئی کہ اس قسم کے صاف گو مبلغین کا مقاطعہ کیا جائے بلکہ اس کا اثر ہندوستان تک بھی پہنچا۔ چنانچہ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند میں ایک مضمون مولانا زاہد الحسینی کے قلم سے اور ایک تعارفی نوٹ مولانا سید محمد انظر صاحب کے قلم سے شائع ہؤا۔ مگر دونوں مضامین میں کوئی جدت نہیں۔ حیاتِ انبیاء کے متعلق وہی بریلوی نقطۂ نظر ہے جسے پھیلا دیا گیا ہے۔ دلائل کا انداز بھی جو عموماً بریلوی حضرات کی تحریرات میں ہوتا ہے دہرا دیا گیا ہے۔ اس قدر فرق کے ساتھ کہ نفس مسئلہ کی تفصیل سے ذاتیات میں الجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اہل علم سے یہی امید ہونی چاہیئے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

دلائل میں کوئی خوبی ہو یا نہ ہو لیکن مضمون کے ڈانڈے پاکستان سے ملتے ہیں۔ پھر اس کی اشاعت دیوبندی مکتبِ فکر کی مرکزی درسگاہ کے مجلہ میں ہوئی ہے۔ مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے

دانشمندوں نے مقامی مصالح کی بنا پر مرکزی اکابر کو استعمال فرمایا ہے۔ اور وہ حضرات بلا تحقیق ذہبین استعمال ہو گئے ہیں۔ اس اختلاف سے بریلوی مکتبِ فکر جو فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے مسئلہ کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ راقم الحروف مولانا محمد انظر اور مولانا زاہد الحسینی سے ذاتی طور پر ناآشنا ہے اس لئے اس عبارت پر معافی چاہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بحث مسئلہ کی حد سے تجاوز نہیں کرے گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

پاکستان کی تشکیل کے بعد بریلویت نے جس طرح انگڑائیاں لینا شروع کی ہیں۔ اور قادیانیت اور رفض کو جس طرح فروغ ہو رہا ہے۔ اس کے اثرات اور اہلِ توحید مبلغین کی مشکلات میں جس قدر اضافہ ہو رہا ہے اور ان میں دن بدن ترقی کی جو رفتار ہے اسے شاید ہندوستان کے اکابر نہ سمجھ سکیں۔ پاکستان کے دیوبندی اکابر جن مصالح اور مقتضیاتِ وقت میں روز بروز گرفتار ہو رہے ہیں "پیری مریدی" کے جراثیم جس عجلت سے یہاں اثر انداز ہو رہے ہیں اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس پورے ماحول سے آشنا ہیں۔ احسان ہوتا اگر دور کے حضرات اس میں مداخلت نہ فرماتے ہمیں معلوم ہے کہ حکومت پاکستان کے مزاج اور یہاں کے اہلِ ہوا کے مزاج میں جس قدر توافق کار فرما ہے اس کا علاج مصلحت اندیشیوں سے نہیں ہوگا اور نہ ہی مدارس کی مسند میں اس عوامی فتنہ کا مداوا ہو سکیں گی۔ یہ طویل سفر طے ہوتے تک ممکن ہے مریض زندگی کی آخری گھڑیاں شمار کرنے لگے ع کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک۔

اس مسئلہ کو جو صورت دی جا رہی ہے چونکہ اس سے بہت سی شرکیہ بدعات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے نامناسب نہ ہوگا، اگر اس اصلاحی تحریک پر اجمالی نظر ڈال لی جائے جو ان بدعات کا قلع قمع کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ کیونکہ اس سے مسئلہ کا پسِ منظر سمجھنے میں مدد مل سکے گی گو اس طرح قدرے طوالت ضرور ہو گئی ہے۔

اصلاحی تحریکات کا مدّ و جزر۔ گیارہویں صدی ہجری کے آغاز سے تیرھویں صدی تک طاغوتی طاقتیں گو کافی مضبوط تھیں مگر خدا تعالیٰ کی رحمت کی تابانیاں بھی نصف النہار پر رہیں۔ اس اثنا میں اللہ تعالیٰ نے مصلحین کی ایک باوقار جماعت کو حوصلہ دیا اور کام کا موقعہ مہیا فرمایا۔ مصلحین کے پرشکوہ اور فعال گروہ اطرافِ عالم میں نمودار ہوئے۔ فتح و شکست کے اثرات اور نتائج گو مختلف ہیں لیکن مقامِ شکر ہے کہ ان حضرات کی صبر و عزیمت نے دنیا میں گہرے نقوش اور نہ مٹنے والے آثار آنے والوں کے لئے چھوڑے ہیں۔

وہ خدا تعالےٰ کا احسان ہے۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ نجد میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ اور سعودی خاندان، ایران، افغانستان، مصر اور شام میں جمال الدین افغانی رحمہ اللہ اور انکے تلامذہ۔

ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ ان کا خاندان اور تلامذہ۔ ان تمام مصلحین نے اپنے احول کے مطابق اپنے حلقوں میں کام کیا اور اپنی مساعی کے مطابق اللہ تعالےٰ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی۔ محمد بن عبدالوہاب علمی اور سیاسی طور پر کامیاب ہوئے۔ جمال الدین نے ایسے قابل اور مخلص دماغوں کو تربیت دی جن کی وجہ سے مصر و شام علم و اصلاح کا گہوارہ قرار پایا۔ اور ان کے فیوض نے ذہنوں کی کایا پلٹ دی ان حضرات کی کوششوں نے یورپ کے مادی منصوبوں کے سامنے ایسی دیواریں کھڑی کر دیں جن کو عبور کرنا ابلیسی طاقتوں کے لئے آسان نہیں۔ مصر و شام کی آزادی اور دینی تحریکات میں ان مساعی کو بہت بڑا دخل ہے۔ جن کا آغاز مجدد وقت شیخ جمال الدین افغانی اور سید عبدہٗ نے فرمایا اور اس کی تکمیل میں سید رشید رضا، علامہ مراغی، سعد زاغلول، امیر شکیب ارسلان ایسے بیدار مغز لوگوں نے شب و روز محنت فرمائی۔ اور کافی حد تک ان کو کامیابی ہوئی۔

ہندوستان کی تحریک تجدید ہندوستان کی تحریک احیاء تجدید جس کی ابتدا حضرت سید احمد سرہندی نے فرمائی اور اس کی تکمیل شاہ اسمٰعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید اور ان کے رفقاء نے فرمائی۔ ابتداء میں علمی اور اصلاحی تھی۔ علماء سوء اور انگریز کے منحوس وفاق نے اسے مجبوراً سیاست میں دھکیل دیا۔ سکھوں کی حماقت نے اتقیاء کی اس جماعت کو مجبور کر دیا کہ وہ جنگ کی آگ میں کود یں اور اپنی قیمتی زندگیاں حق کی راہ میں قربان کریں۔ پھر گمراہ کن فتووں کی سیاہی نے ملت کے چہرے کو اس قدر بدنما کر دیا تھا کہ اسے دھونے کے لئے شہادت کے خون کے علاوہ پانی کے تمام ذخیرے بیکار ہو چکے تھے۔ مستعار وہابیت کی تہمت نے ذہن ماؤف کر دیئے تھے۔ الحاد کا گرد ان پر اس قدر جم چکا تھا کہ اسے صاف کرنے کے لئے صرف شہدا کا خون ہی کارآمد ہو سکتا تھا۔

چنانچہ مئی ۱۸۳۱ء کی صبح کو یہ مقدس جماعت انتہائی کوشش اور مکمل تیاری کے ساتھ بالاکوٹ کے میدان میں اتری۔ اور دوپہر سے پہلے صداقت کے نہ مٹنے والے نشان دنیا کی پیشانی پر ثبت کرنے کے بعد ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون۔

تحریک کا مزاج پیش نظر مسئلہ کے متعلق بحث و نظر سے پہلے ضروری ہے کہ اس تحریک کا مزاج سمجھ لیا جائے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے شاہ ولی اللہؒ کے ابناء کرام تک یہ تمام مصلحین عظام ظاہری اعمال میں عموماً حنفی فقہ کے پابند تھے لیکن ذہنی طور پر تین مقاصد کی تکمیل ان کا مطمح نظر تھا۔

(۱) تصوّف کے غلو آمیز مزاج میں اعتدال۔

(۲) فقہی اور اعتقادی جمود کی اصلاح اور اشعریت اور ماتردیت کے ساتھ فقہ العراق نے تحقیق و استنباط کی راہ میں جو مشکلات پیدا کی تھیں انہیں دور کیا جائے اور نظر و فکر کی روانی میں جمود و سکون سے جو رکاوٹ نمایاں ہو چکی تھی اسے یکسر اٹھا دیا جائے۔ قرآن و سنت اور آئمہ سلف کے معیار پر نظر و فکر کو آزادی بخشی جائے۔

(۳) بے علمی اور بد عملی نے چند بدعات کو جو سنّت کا نعم البدل تصوّر کر لیا تھا۔ اور بُت پرست قوموں کے پڑوس اور مغل بادشاہوں کی عیاشیوں نے ان بدعات کو نجات کا آخری سہارا قرار دے لیا تھا۔ اس ساری صورت حال کو بدل کر اس کی جگہ سادے اسلام کو دے دی جائے ترکتم علی ملۃ بیضاء لیلھا کنھارھا۔

میں آپ کو اس کی تفصیل میں نہیں لے جاؤں گا نہ ہی اپنی تائید میں ان کی تصانیف سے اقتباسات پیش کر کے آپ کا وقت ضائع کروں گا۔ صرف چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مجدد نے مکتوبات بدعات کے خلاف کس قدر کڑی تنقید فرمائی ہے۔ بدعت کی حفاظت کے لئے حسنہ اور سیئہ کی تقسیم، اہل بدعت کو قلعہ کا کام دے رہی تھی۔ اور عز بن عبد السلام نے جب سے اس تقسیم کی نشاندہی کی تھی اس کے بعد سے ہندوستان میں حضرت مجدد ہی تھے جنہوں نے یہ قلعہ پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

سجدۂ تعظیم کے خلاف گوالیار کے قلعہ میں تین سال قید گوارا فرمائی۔ لیکن سجدہ تعظیم کی گندگی سے اپنی مقدس پیشانی کو آلودہ نہیں فرمایا۔ فقہی مسائل میں حضرت کے کچھ اختیارات تھے۔ دوسرے علماء کی مخالفت کے باوجود حضرت مجدد اپنی الگ راہ پر قائم رہے۔ حنفی مسلک کے ساتھ وابستگی کے باوجود متاخرین اور متقدمین کی راہ پر رجماً بالغیب چلنے سے حضرت مجددؒ نے انکار فرما دیا۔

اس کی زندہ شہادت حضرت کے مایۂ ناز شاگرد مرزا مظہر جان جاناں موجود ہیں۔ جنہوں نے فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین عند الرکوع، وضع الیدین علے الصدر ایسے مشہور مسائل میں فقہائے محدثین

کی راہ اختیار فرمائی۔ اور فقہ العراق کے ساتھ کلی تعاون سے انکار فرما دیا (الجد العلوم صنؔ ۹ جلد ۲ محبوب العارفین صؔ ۷۶)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ فرمایا۔ ان کی تصانیف ارشاد الطالبین اور تفسیر مظہری شاہد ہیں کہ حنفی ہونے کے باوجود بدعات اور عباد قبور کے خلاف ان کا لہجہ کس قدر تلخ ہے اور بدعی رسوم سے انہیں کس قدر نفرت ہے!

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ، البلاغ المبین، مصفٰے اور مسوی انصاف عقد الجید اور تحفۃ الموحدین میں فقہی جمود، بدعات اور مشرکانہ رسوم کے خلاف ایسی حکیمانہ روش اختیار فرمائی جس سے حقیقت بہت حد تک واضح ہو گئی۔ اصول فقہ کی بعض مسلّمات پر ایسی میٹھی تنقید فرمائی جس سے ذہین طبائع کو جرأت پیدا ہو۔

ازالۃ الخفا میں بدعت تشیع کو اس قدر عریاں فرمایا کہ ذہین اور دانشمند طبائع کو محبت اہل بیت کے عنوان سے دھوکہ دینے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

ان مختصر اشارات سے اس تحریک اصلاح اور اقامت دین کا مزاج آپ کو سمجھنا مشکل نہیں۔

دیوبندی اور اہلحدیث یہ دونوں مکتب فکری طور پر اسی تحریک کے ترجمان ہیں۔ یا کم از کم مدعی ہیں کہ ہم اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہیں۔ شاہ صاحب کے گرامی قدر ارشاد سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے، کہ اس تحریک کا مزاج کیا ہے۔ وصیت اول ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت در اعتقاد و عمل و پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصہ از ہر دو خواندن۔ اگر طاقت خواندن نہ کرد۔ ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن۔ در عقاید مذہب قدماء اہلسنت اختیار کردن وتفصیل و تفتیش آنچہ سلف تفتیش نہ کردہ اند اعراض نمودن و بتشکیکات معقولیان خام التفات نہ کردن۔ و در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و در تفریعات فقہ را برکتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد درحیز قبول آوردن والا کالائے بدبریش خاوند دادن۔ امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات برکتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہاء کہ تقلید عالمی را دستاویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نہ شنیدن وبدیشاں التفات نہ کردن و قربت خدا جستن

بدوری انتہائی احد (تفہیمات جلد ۲ ص۲۴۴)

" فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل میں کتاب وسنت کی پابندی کی جائے اور ان دونوں سے شغل رکھے اور پڑھے۔ اگر پڑھ نہ سکے تو ایک ورق کا ترجمہ سنے۔ عقائد میں متقدمین اہل سنّت کی پیروی کرے۔ سلف نے جن چیزوں کی تفتیش نہیں کی ان کی تفتیش نہ کرے۔ اور خام کار فلاسفر کی پروا نہ کرے۔ فروع میں آئمہ حدیث کی پیروی کرے جن کی فقہ اور حدیث دونوں پر نظر ہو۔ فقہ کے فروعی مسائل کو ہمیشہ کتاب وسنت پر پیش کرتا رہے۔ جو موافق ہوں ان کو قبول کرے باقی کو رد کر دے۔ امت کو اپنے اجتہادی مسائل کتاب وسنت پر پیش کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ متقشفہ فقہاء کی بات قطعاً نہ سنے۔ جن لوگوں نے اہل علم کی تقلید کر کے کتاب وسنت کو ترک کر دیا ہے۔ ان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھئے۔ ان سے دور رہ کر خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرے"۔ اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

" نسبتہائے صوفیہ غنیمت کبرلے است ورسوم ایشاں ہیچ نے ارزد ایں سخن بر بسیارے گراں خواہد بود۔ اما مرا کارے فرمودہ اند وبر حسب آں باید گفت وبرگفتہ زید وعمر تعرض نے باید کرد"۔ (ص۲۲۲ جلد ۲ تفہیمات)

"صوفیوں سے نسبت غنیمت ہے لیکن ان کی رسوم بالکل بے کار ہیں۔ یہ بات اکثر لوگوں کو ناگوار ہوگی۔ مگر مجھے جو فرمایا گیا ہے وہی کہتا ہے زید عمر کی باتوں سے کوئی تعلق نہیں" اھ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

" نحن لا نرضی بھؤلاء الذین یبایعون الناس لیشتروا بہ ثمنا قلیلا اویشوبوا اغراض الدنیا بتعلم علم اذ لا تحصل الدنیا الا بالتشبیہ جاھل الھدایۃ ولا بالذین یدعون الی انفسھم ویامرون بحب انفسھم ھؤلاء قطاع الطریق دجالون کذابون مفتونون فتانون ایاکم وایاھم ولا تتبعوا الامن دعا الی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ" الخ تفہیمات جلد ۱ ص۲۱۴)

" مجھے قطعاً یہ لوگ پسند نہیں جو دنیا کمانے کے لئے بیعت کرتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ لوگ مجھے پسند ہیں جو دنیوی اغراض کے لئے علم حاصل کریں۔ کیونکہ دنیا حاصل کرنے کے لئے نیکوں کے ساتھ تشبیہ ضروری سمجھتے ہیں۔ نہ ہی وہ لوگ مجھے پسند ہیں جو لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں۔ یہ

لوگ ڈاکو اور دجال ہیں۔ خود فتنے میں مبتلا ہیں اور لوگوں کو اس میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ صرف ان لوگوں کا اتباع کرنا چاہیئے جو کتاب و سنت کی طرف دعوت دیں۔"

ظاہر ہے کہ شاہ صاحب ریاکارانہ تصوف اور دنیا کمانے کے لئے بیعت کے سلسلوں کو قطعاً پسند نہیں فرماتے بلکہ ایسے لوگوں کو دجال ڈاکو اور فتنہ انگیز سمجھتے ہیں۔ آج کے خانقاہی نظام اور پیر پرستی کے اداروں کی شاہ صاحب کی نظر میں کیا آبرو ہو سکتی ہے۔ وہ سرے سے پیر پرستی کی دعوت ہی کو ناپسند فرماتے ہیں۔

مروجہ فقہی مسالک اور ان پر جمود کے متعلق شاہ صاحب کی مزید وضاحت، "اذا بلغ انسان منکم حدیث من احادیث نبیکم فلا یعمل به ویقول انما عملی علی مذهب فلان لا علی الحدیث الخ ثم احتال بان فهم الحدیث والقضاء به من شان الکمل المهرة وان الائمة لم یکونوا ممن یخفی علیهم هذا الحدیث فما ترکوه الا لوجه ظهر لهم فی الدین من نسخ او مرجوحیة الخ۔"

بہت سے لوگوں کو جب آنحضرت کی حدیث معلوم ہو جاتی ہے تو وہ اس پر عمل نہیں کرتے، وہ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ فلاں شخص کے مذہب پر میرا عمل ہے۔ حدیث سمجھنا معمولی آدمی کا کام نہیں۔ امام اس حدیث سے بے خبر نہیں تھے۔ یہ حدیث منسوخ ہوگی یا مرجوح۔ یہ قطعاً دیانت نہیں۔ اگر پیغمبر پر ایمان ہے تو اس کا اتباع کرنا چاہیئے۔ مذہب اس کے مخالف ہو یا موافق خدا تعالےٰ کا منشاء یہ ہے کہ کتاب و سنت کے ساتھ تعلق رکھا جائے۔

فقہی فروع میں مسلکی جمود شاہ صاحب کو سخت ناپسند ہے۔ اسی طرح وہ ظاہریت محض (امام داؤد ظاہری کا مسلک) کو بھی ناپسند فرماتے اور لکھتے ہیں، کہ اگر حدیث کی صحت ائمہ حدیث کی شہادت سے ثابت ہو اور اہل علم نے اس پر عمل بھی کیا ہو ——— اور اس پر صرف اس لئے عمل نہ کیا جائے کہ فلاں امام نے اس پر عمل نہیں کیا یہ ضلال بعید ہے (ص ۲۰۹/۱ج، ص ۲۱/۱ج)

اس قسم کی تصریحات شاہ صاحب کی باقی تصنیفات میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ میں نے یہ طویل سمع خراشی اس لئے کی ہے کہ اس پاکیزہ تحریک کا مزاج معلوم ہو جائے تاکہ اس کے دو صدی کے اثرات کا صحیح اندازہ کیا جا سکے۔

ان مقاصد کے خلاف ان بزرگوں کی تصانیف میں اگر کوئی حوالہ ملے تو اس کا ایسا مطلب نہ لیا جائے جو مقاصد تحریک کے خلاف ہو بلکہ وقتی مصالح پر محمول کیا جائے، کیونکہ ان بزرگوں نے

جن سنگلاخ حالات میں کام کیا ہے۔ ان کے مصالح اور ان کے مقتضیات بدلتے رہے ہیں۔ جن مشکلات میں ان حضرات کو کام کرنا پڑا۔ ان مشکلات کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شکر اللہ مساعیھم۔

شاہ صاحب کا مقام اس تحریک میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسا برزخ ہیں کہ حضرت مجدد اور ان کے ارشد تلامذہ کی علمی اور عملی مساعی سے شاہ صاحب نے پورا پورا اثر لیا اور شاہ صاحب نے اپنے ابناء و احفاد اور تلامذہ کو ان برکات سے علمی اور عملی استفادہ کا موقعہ دیا ہے۔ اس سے میں نے شاہ صاحب کے ارشاد کو کسی قدر تفصیل سے عرض کرنا مناسب سمجھا۔

مسئلہ حیاتِ نبوی نیز متنازعہ فیہ مسئلہ میں مجلہ "دار العلوم" کے مضمون نگار حضرات نے جو کچھ فرمایا ہے اسی میں حیات دنیوی کی صراحت شیخ عبدالحق صاحب کے بعد صرف اکابر دیوبند ہی نے فرمائی ہے ہاں شاہ عبدالحق سے پہلے حافظ بیہقی اور سیوطی نے اس موضوع پر مستقل رسائل لکھے ہیں مگر افسوس موضوع کو صاف نہیں فرما سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان حضرات نے اس قسم کا ذخیرہ جمع فرمایا ہے جس کے متعلق ان کے ذہن بھی صاف نہیں کہ وہ حیات ثابت فرمانا چاہتے ہیں لیکن اس کی نوع متعین نہیں فرماتے۔ حافظ سیوطی کے رسالہ میں سبکی کے سوا حیاتِ دنیوی کا کسی نے ذکر نہیں کیا بلکہ حافظ سیوطی کا رجحان بعض مواقع میں حیاتِ برزخی کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ حافظ سیوطی انتہائی کوشش کے باوجود آیت انک میت و انھم میتون (زمر) اور حدیث ''رد اللہ علی روحی'' اور حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' میں تعارض نہیں اٹھا سکے۔ بلکہ حافظ سیوطی نے تو حاطب لیل کی طرح ایک غیر موثق ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جس سے حضرات قبوریین کو مدد ملے گی اور سادہ دل اہل توحید کے دل شبہات سے لبریز ہوں گے۔ تقریباً یہی حال حافظ ابن القیم کی کتاب الروح کا ہے۔ فحول اہل حدیث اور ماہرین رجال کو تو کوئی خطرہ نہیں لیکن عوام کے لئے یہ مورد مزلۂ اقدام ہے۔

صورتِ تصفیہ اس لئے تصفیہ کی صحیح صورت یہی ہو سکتی ہے کہ تحریک کے مزاج کی روشنی میں شاہ صاحب سے تعلق رکھنے والے اور اس خاندان کے عقیدت مند مسئلہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور اکابر ہی کی اقتدا اور تقلید سے اس مسئلہ کو سمجھنا ہے۔ کتاب و سنت اور بحث استدلال

سے صرف نظر ہی کا فیصلہ فرمالیا گیا ہے تو پھر اکابر کے اکابر اور بانیان تحریک کے نظریات سے کیوں استفادہ نہ کیا جائے۔ مولانا حسین احمد مرحوم اور حضرت مولانا نانوتوی مرحوم کی رائے فیصلہ کن ہے۔ تو بانیان تحریک اور تحریک کے مدارج کو حکم کیوں نہ مان لیا جائے۔

شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ مولانا شاہ محمد اسمٰعیل کی شہادت اور عبقریت نے پوری تحریک کو نظریات اور تصورات کی دنیا سے عمل کے میدان میں لاکر کھڑا کر دیا، اشارات اور تعریفات کو تصریحات سے بدلا۔ جو کچھ کتابوں کے اوراق کی زینت تھا اسے بالاکوٹ کے میدان میں علی راس الشہام رکھ دیا گیا۔ سکھوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بتایا کہ حق و صداقت، ایثار و قربانی کے جوہر، مناظرات اور مکالمات ہی سے ظاہر نہیں ہوتے ان کے ظہور کا بہت بڑا ذریعہ تلوار اور میدان جنگ ہی ہے۔ قلم کی دو زبانوں اور دوات کی روشنائی سے جو کچھ کیا جا سکتا تھا اس سے کہیں زیادہ قوت گویائی خون کے چھینٹوں میں ہے۔ اس لئے گلرنگ قطرات، ہزاروں زبانوں پر تالے ڈال سکتے ہیں۔ اور وہ برسوں گنگ ہو سکتی ہیں۔ اور سینکڑوں دلوں سے تالے اتار کر انہیں فہم و فراست عطا کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ کام اصحاب التدریس اور ارباب التصانیف کا نہیں یہ وہ لوگ کریں گے۔ جو کاغذ اور دوات قلم اور روشنائی کے علاوہ سیف و سنان سے نہ صرف واقف ہوں بلکہ انہیں آلات حرب سے گہرا تعارف ہو۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت شہید رح نے تحریک کے مقاصد کی اشاعت کے لئے شہادت سے پہلے تقویۃ الایمان لکھی اور ساتھیوں کے مشورہ کے بعد اسے شائع فرمایا تذکیر الاخوان کا مسودہ لکھا۔ معترضین کے جوابات لکھے اور یہ سب کچھ تحریک کی تائید اور اس کے مقاصد کی روشنی میں تھا۔ آج اگر اکابر دیوبند اور علماء اہل حدیث کوئی ایسی چیزیں فرمائیں جو تحریک کے مزاج سے متصادم ہوں تو اسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا ہنگامہ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک نے احیاء سنت اور تجدید مآثر دین کی راہ میں جہاں عظیم الشان قربانیاں پیش کیں وہاں ایک تحریک اس کے بالمقابل شروع ہوئی جس نے بدعات کے

جواز میں دلائل کی تلاش کی اور عوام کی بدعملی کے لئے وجہ جواز پیدا کرنے کی کوشش کی ، بدعت ہر زمانہ میں رہی حالات کے ماتحت اس کی مختلف صورتیں بنتی اور بگڑتی رہیں۔ بدعت کا وجود کبھی منظم طور پر موجود رہا۔ مغل حکومت میں بدعت عام تھی لیکن بظاہر غیر منظم۔ اسے ترجمانی کے لئے علماء کی باقاعدہ خدمات میسر نہ آسکیں۔

مغل زوال کے بعد سکھ ، مرہٹے ، انگریز اہل توحید سب نے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ۔ موحدین کے لشکر کی سیاسی شکست نے اہل بدعت پر سکتہ طاری کر دیا۔ لیکن باطل نے اقتدار کی زمام سنبھال لی۔ ۱۸۵۷ء کے معرکہ حریت میں اسے محسوس ہوا کہ علماء کی خدمات کے بغیر اقتدار پر قبضہ کرنا اور مسلمانوں کو مطمئن کرنا مشکل ہے۔ جو ئندہ یا بندہ اسے کچھ "اہل علم" میسر آگئے جن سے انگریز کا کام چل نکلا۔ تحریکِ توحید کی سرپرستی رائے بریلی کے ایک فقیر نے فرمائی تھی۔ شرک و بدعت کی سرپرستی بانس بریلی کے ایک خاندان کے حصہ میں آئی ۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے ۔ خاندان میں پڑھنے پڑھانے کا چرچا موجود تھا۔ سن رشد کو پہنچے بقول موصوف ان کے والد مولانا نقی علی خاں نے اپنے ہونہار فرزند کو ۱۲۸۶ھ میں مسند افتاء پر بٹھا دیا۔ خانصاحب نے مسند سنبھالتے ہی بدعت کی تائید اور شرک کی حمایت شروع فرمائی ۔

شرک کو مدلل اور اہل بدعت کو منظم کرنے کے لئے موصوف نے اپنے اوقات عزیز وقف فرما دیئے ۔ کوشش فرمائی کہ عوام میں جس قدر بدعملی اور بدعی رسوم موجود ہیں ان سب کو سند جواز عطا فرمائی جائے ۔ عوام کو معاصی پر جرأت دلائی جائے ۔ اور کوشش کی جائے کہ ہر بدعت جائز قرار پا جائے خانصاحب کی چھوٹی موٹی تصانیف کو دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقصد فی سبیل اللہ فساد کے سوا کچھ نہیں۔ ان تصانیف میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس سے مسلمانوں کی دینی معاشی یا سیاسی زندگی میں تبدیلی نمایاں ہو سکے۔ خانصاحب نے مدۃ العمر کسی سیاسی یا علمی تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ ہزاروں مسلمان جناب کے علم اور قلم کے زور سے کافر قرار پائے ۔ اور ان ساری کوششوں میں انگریز کا دستِ شفقت خانصاحب کو سہارا دیتا رہا ـــــ !

(باقی)